قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل

لندن

Online Edition

مدیر: ابو سعید

جمعۃ المبارک 25 دسمبر 2020ء | 08 جمادی الاولیٰ 1442 ہجری قمری | جلد: 2 | شمارہ: 305

ارشاد باری تعالیٰ

فَاِنۡ اٰمَنُوۡا بِمِثۡلِ مَاۤ اٰمَنۡتُمۡ بِہٖ فَقَدِ اہۡتَدَوۡا ۚ وَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّمَا ہُمۡ فِیۡ شِقَاقٍ ۚ فَسَیَکۡفِیۡکَہُمُ اللّٰہُ ۚ وَہُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ

(سورۃ البقرہ: ۱۳۸)

پس اگر وہ اسی طرح ایمان لے آئیں جیسے تم اس پر ایمان لائے ہو تو یقیناً وہ بھی ہدایت پا گئے اور اگر وہ (اس سے) منہ پھیر لیں تو وہ (عادتاً) ہمیشہ اختلاف ہی میں رہتے ہیں۔ پس اللہ تجھے اُن سے (نمٹنے کے لئے) کافی ہو گا۔ اور وہی بہت سننے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔

فرمان خلیفہ وقت

ہمیشہ دعاؤں سے کام لیتے رہو

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبولیت دعا کے واقعات پیش ہیں۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ میر محمد اسحٰق صاحبؓ کے بچپن کا ایک واقعہ ہے۔ کہ ایک دفعہ وہ سخت بیمار ہوگئے اور حالت بہت تشویشناک ہوگئی اور ڈاکٹروں نے مایوسی کا اظہار کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کے متعلق دعا کی تو عین دعا کرتے ہوئے خدا کی طرف سے الہام ہوا کہ ’’سَلَامٌ قَوۡلًا مِّنۡ رَّبٍّ رَّحِیۡم ‘‘یعنی تیری دعا قبول ہوئی اور خدائے رحیم وکریم اس بچے کے متعلق تجھے سلامتی کی بشارت دیتا ہے۔ چنانچہ اس کے جلد بعد حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ بالکل توقع کے خلاف صحت یاب ہوگئے اور خدا نے اپنے مسیح کے دم سے انہیں شفا عطا فرمائی۔

(سیرت طیبہ صفحہ ۲۶۸، ۲۸۷)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اور زبردست نشان قبولیت دعا کا بیان کرتا ہوں۔ کپورتھلہ کے بعض غیر احمدی مخالفوں نے کپورتھلہ کی احمدیہ مسجد پر قبضہ کر کے مقامی احمدیوں کو بے دخل کرنے کی کوشش

بقیہ صفحہ 7 پر

اس شمارہ میں

- پریشان روحوں کی راحت خلافت (منظوم)
- انڈونیشیا تاریخ کے آئینہ میں
- رپورٹ جلسہ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم تاویونی جماعت
- افتتاح تقریب بیت اللطیف گیجیم (امبور)

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

انسؓ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کی قسم! ہم نے چھ دن تک سورج نہیں دیکھا۔ پھر ایک شخص اگلے جمعہ، اُسی دروازے سے داخل ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے خطبہ دے رہے تھے۔ وہ آپؐ کے سامنے کھڑا ہوا اور مخاطب ہوا اور کہا: یا رسول اللہ! اموال تباہ ہو رہے ہیں، راستے منقطع ہو گئے ہیں۔ آپؐ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ بارش کو روک لے۔ راوی کہتے ہیں کہ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ دعا کے لئے بلند کئے، پھر کہا: ’’اَللّٰھُمَّ حَوَالَیۡنَا وَلَا عَلَیۡنَا‘‘ اے اللہ! ہمارے اردگرد تو بارش ہو مگر ہمارے اوپر بارش نہ ہو۔ اے اللہ! چوٹیوں اور پہاڑوں، چٹیل میدانوں، وادیوں اور جنگلوں پر بارش برسا۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دعا کرنا تھا کہ بارش ختم ہو گئی اور جب نماز جمعہ پڑھ کر نکلے تو دھوپ نکلی ہوئی تھی۔

(بخاری کتاب الجمعہ، باب الاستسقاء فی المسجد الجامع)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

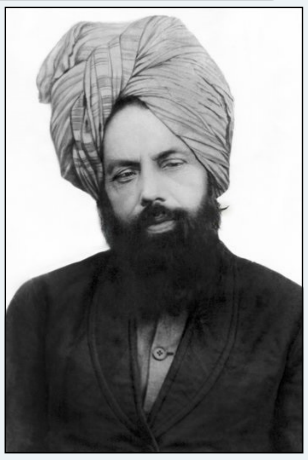

دعا کا قبول ہونا

۱۸۸۳ء کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا الہام ہے:

’’یَا عَبۡدَ الۡقَادِرِ اِنِّیۡ مَعَکَ اَسۡمَعُ وَاَرٰی‘‘۔ اے عبدالقادر مَیں تیرے ساتھ ہوں، سنتا ہوں اور دیکھتا ہوں۔

(براہین احمدیہ ہر چہار حصص روحانی خزائن جلد ۱ صفحہ ۶۱۳۔ ترجمہ از صفحہ ۶۱۴ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’پانچواں نشان جو ان دنوں میں ظاہر ہوا وہ ایک دعا کا قبول ہونا ہے جو درحقیقت احیائے موتیٰ میں داخل ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ عبدالکریم نام ولد عبدالرحمن ساکن حیدر آباد دکن ہمارے مدرسہ میں ایک لڑکا طالب العلم ہے، قضاء وقدر سے اس کو سگ دیوانہ کاٹ گیا۔ ہم نے اس کو معالجہ کے لئے کسولی بھیج دیا۔ چند روز تک اس کا کسولی میں علاج ہوتا رہا پھر وہ قادیان میں واپس آیا۔ تھوڑے دن گزرنے کے بعد اس میں وہ آثار دیوانگی کے ظاہر ہوئے جو دیوانہ کتے کے کاٹنے کے بعد ظاہر ہوا کرتے ہیں اور پانی سے ڈرنے لگا اور خوفناک حالت پیدا ہوگئی۔ تب اس غریب الوطن عاجز کے لئے میرا دل سخت بے قرار ہوا اور دعا کے لئے ایک خاص توجہ پیدا ہوگئی۔ ہر ایک شخص سمجھتا تھا کہ وہ غریب چند گھنٹہ کے بعد مر جائے گا۔ ناچار اُس کو بورڈنگ سے باہر نکال کر ایک الگ مکان میں دوسروں سے علیحدہ ہر ایک احتیاط سے رکھا گیا اور کسولی کے انگریز ڈاکٹروں کی طرف تار بھیج دی اور پوچھا گیا کہ اِس حالت میں اُس کا کوئی علاج بھی ہے۔ اُس طرف سے بذریعہ تار جواب آیا کہ اب اس کا کوئی علاج نہیں۔ مگر اس غریب اور بے وطن لڑکے کے لئے میرے دل میں بہت توجہ پیدا ہوگئی اور میرے دوستوں نے بھی اس کے لئے دعا کرنے کے لئے بہت ہی اصرار کیا کیونکہ اس غربت کی حالت میں وہ لڑکا قابل رحم تھا اور نیز دل میں یہ خوف پیدا ہوا کہ اگر وہ مر گیا تو ایک بُرے رنگ میں اس کی موت شماتت اعداء کا موجب ہوگی۔ تب میرا دل اس کے لئے سخت درد اور بیقراری میں مبتلا ہوا اور خارق عادت توجہ پیدا ہوئی جو اپنے اختیار سے پیدا نہیں ہوتی بلکہ محض خدا تعالیٰ کی طرف سے پیدا ہوتی ہے اور اگر پیدا ہو جائے تو خدا تعالیٰ کے اذن سے وہ اثر دکھاتی ہے کہ قریب ہے کہ اس سے مُردہ زندہ ہو جائے۔ غرض اس کے لئے اقبال علی اللہ کی حالت میسر آ گئی اور جب وہ توجہ انتہا تک پہنچ گئی اور درد نے اپنا پورا تسلّط میرے دل پر کر لیا تب اس بیمار پر جو درحقیقت مردہ تھا اس توجّہ کے آثار ظاہر ہونے شروع ہوگئے اور یا تو وہ پانی سے ڈرتا اور روشنی سے بھاگتا تھا اور یا یکدفعہ طبیعت نے صحت کی طرف رخ کیا اور اس نے کہا کہ اب مجھے پانی سے ڈر نہیں آتا۔ تب اس کو پانی دیا گیا تو اس نے بغیر کسی خوف کے پی لیا بلکہ پانی سے وضو کر کے نماز بھی پڑھ لی۔ اور تمام رات سوتا رہا اور خوفناک اور وحشیانہ حالت جاتی رہی۔ یہاں تک کہ چند روز تک بکلّی صحت یاب ہو گیا‘‘۔

(حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۴۸۰، ۴۸۱)

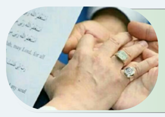

دربارِ خلافت

ان عقل کے اندھوں سے کوئی پوچھے کہ تمہیں کیا پتہ کہ عشق رسول کیا ہوتا ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

آج مخالفین اعتراض کرتے ہیں کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک عزت کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ ان مخالفین کو اس کے علاوہ کیا کہا جا سکتا ہے کہ تمہاری عقلوں اور آنکھوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں اس لئے تمہیں کچھ نظر نہیں آ رہا۔ آج تمہارے پاس طاقت ہے تو تم جو چاہو کرنے یا کہنے کی کوشش کرو، کرتے رہو، کہتے رہو۔ مولوی کی آنکھ پر پردے تو پڑے ہوئے تھے ہی اور ہیں ہی۔ ان کا کام تو صرف فساد اور نفرتیں پھیلانا ہی ہے افسوس تو اس بات کا ہوتا ہے کہ پڑھا لکھا طبقہ بھی باوجود جاننے کے اور ذاتی مجالس میں اس کے اظہار کے پھر بھی کھلے عام یہ اعتراف نہیں کرتے کہ جماعت احمدیہ ہی ہے جو سب سے زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والی ہے اور آپ کی تعلیم کی پیروی کرنے والی ہے۔ اِکّا دُکّا آپ کو ملیں گے، آپ کے دوست ہوں گے، یہی اعتراف کریں گے۔ لیکن اس علم کے باوجود کبھی کھل کے نہیں کہہ سکتے۔ اور جیسا کہ مَیں نے کہا، بعض دفعہ اظہار ہو چکا ہے، اور اس اظہار کے باوجود، 1974ء میں قومی اسمبلی نے احمدیوں کو غیر مسلم قرار دینے کا جو قانون پاس کیا تھا اس کے بارہ میں بھی اظہار ہوتا ہے کہ یہ غلط تھا۔ اور اس وقت مُلّاں کو خوش کرنے کے لئے یا جو بھی مقاصد تھے اس زمانے کی حکومت کے ان کو پورا کرنے کے لئے جو قدم اٹھایا گیا تھا اس سے سوائے ملک میں بدامنی اور بے چینی کے ملک کو کچھ اور نہیں ملا، بے چینی اور بدامنی ضرور ملی ہے۔ یہ اظہار کرتے ہیں غیر بھی۔ پھر بھی مُلّاں کے پیچھے چلتے ہیں۔ بہر حال اس وقت تو مَیں اس کی تفصیل نہیں بتا رہا۔

ایک قانون کا ذکر یہاں کرنا ہے جو چند سال سے بنا ہوا ہے پاکستان میں۔ ہتک رسول کا قانون ہے۔ اور مُلّاں کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ کسی طرح احمدیوں کو اس قانون کے تحت پھنسایا جائے اور الزام لگایا جائے اور بعض بظاہر جو بڑے پڑھے لکھے کہلاتے ہیں۔ پڑھے لکھے سے مراد ہے بظاہر پڑھے لکھے۔ ہیں تو پڑھے لکھے ہی قانون دان ہیں، حکومتوں کے جج ہیں۔ یہ مولوی کے ڈر سے یا اللہ کے خوف کی کمی کی وجہ سے یا جو بھی وجہ ہو احمدیوں کو اس ہتک رسول کے الزام کے تحت سزا دے دیتے ہیں، بغیر تحقیق کے

بقیہ صفحہ 8 پر

آج کی دعا

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ۔

(جامع ترمذی أَبْوَابُ الطَّھَارَۃِ باب فِیمَا یُقَالُ بَعْدَ الْوُضُوءِ حدیث نمبر 55)

ترجمہ: اے اللہ! مجھے توبہ کرنے والوں میں سے بنا اور مجھے پاکیزگی اختیار کرنے والوں میں سے بنا دے۔

یہ پیارے رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی نماز پڑھنے سے پہلے وضو کی دعا ہے۔

سعید بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو فرماتے سنا۔ جو بسم اللہ کر کے وضو شروع نہ کرے اس کا وضو نہیں ہوتا۔ (جامع ترمذی)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے (حمران سے) پانی کا برتن مانگا۔ (اور لے کر پہلے) اپنی ہتھیلیوں پر تین مرتبہ پانی ڈالا پھر انھیں دھویا۔ اس کے بعد اپنا داہنا ہاتھ برتن میں ڈالا۔ اور (پانی لے کر) کلی کی اور ناک صاف کی، پھر تین بار اپنا چہرہ دھویا اور کہنیوں تک تین بار دونوں ہاتھ دھوئے پھر اپنے سر کا مسح کیا پھر (پانی لے کر) ٹخنوں تک تین مرتبہ اپنے دونوں پاؤں دھوئے۔ پھر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص میری طرح ایسا وضو کرے، پھر دو رکعت پڑھے، جس میں اپنے نفس سے کوئی بات نہ کرے۔ تو اس کے گذشتہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

(صحیح بخاری)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

’’کیا میں تمہیں ایسی چیز سے آگاہ نہ کروں جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ گناہ مٹا دیتا ہے اور درجات بلند فرماتا ہے؟ صحابہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول کیوں نہیں! آپ نے فرمایا (سردی وغیرہ کی وجہ سے) دل نہ چاہنے کے باوجود اچھی طرح وضو کرنا اور مسجد میں دور سے چل کر آنا، ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا، سو یہی رباط (یعنی سرحد پر چھاؤنی قائم کرنے طرح) ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الطہارت)

(مرسلہ: مریم رحمٰن)

پریشان روحوں کی راحت خلافت

خدا کی عطا کردہ نعمت خلافت
ہے ایمان والوں کی دولت خلافت
نبوت کی زندہ صداقت خلافت
خدا کی طرف سے امانت خلافت
نبوت خدا کی مکمل ہدایت
ہدایت کی کامل اِشاعت خلافت
خلافت نبوت کا اک تکملہ ہے
خلافت نبوت، نبوت خلافت
نہیں ہوتے معزول ہرگز خلیفے
کہ رکھتی ہے اک خاص نصرت خلافت
نہیں چھین سکتا خلیفہ سے کوئی
خدا کا عطیہ ہے خلعت خلافت
ہراساں دلوں کی تسلی کا موجب
سراپا تشفی سکینت خلافت
غمِ رحلتِ انبیا کا مداوا
پریشان روحوں کی راحت خلافت
ہے بندوں پہ گر انتخابِ خلافت
حقیقت میں ہے دستِ قدرت خلافت
تصرف خدا کا جھکاتا ہے سب کو
ہے گویا خدا کی مشیت خلافت
سراجِ نبوت جو ہوتا ہے اوجھل
تو آتی ہے پھر حسبِ سنت خلافت
تقرب اِلی اللہ کا واحد ذریعہ
ہے صدق و وفا کی علامت خلافت
خلافت ہے دینِ متیں کی محافظ
ہے امن و سکوں کی ضمانت خلافت
خلافت سے ہوتی ہے تنظیم قائم
یہی ہے نبی کی نیابت خلافت
کیا سورۃ نور میں حق نے وعدہ
کہ پائے گی یہ خیرِ امت خلافت
خلافت ہے اثبات مرکز کا باعث
خدا کی جماعت کی طاقت خلافت
خلافت کا انکار کرتا ہے فاسق
سمجھتا ہے وہ بے حقیقت خلافت
کرو صدق دل سے اِطاعت ہمیشہ
خدا کی ہے لَاریب رحمت خلافت
ہمیں ناز ہے اس غلامی پہ ہر دم
ملی دائمی ایک نعمت خلافت
مشرف بہ بیعت ہوئے شاد ہم بھی
کہ ہے موجبِ صد سعادت خلافت

محمد ابراہیم شاد۔ (شعری مجموعہ – بہارِ جاوداں صفحہ 93،94)

مرسلہ: لقمان احمد کشور، انچارج شعبہ وقفِ نو مرکزیہ لندن

انڈونیشیا تاریخ کے آئینہ میں

اور ایک یادگار سفر کی روداد

انڈونیشیا کی تاریخ پر اگر نظر دوڑائی جائے تو اس کی اہمیت اس حوالہ سے ملتی ہے کہ ابتدائی دور میں یہ نسل انسانی کا مسکن رہا ہے۔ یہاں سے ایسے آثار ظاہر ہوئے ہیں کہ جن کی تحقیق کی بنیاد پر یہ بات کہی جاتی ہے کہ پانچ کروڑ سال پہلے یہاں ابتدائی دور میں ایسے جاندار آباد تھے جن کی شکل آج کے انسان سے ملتی ہے گویا وہ ابتدائی انسان تھے۔ چلتے چلتے جب بات تمدن، تہذیب اور مذہب تک پہنچتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا میں ہندومت نے اپنا رنگ جمایا جو افسانوی رنگ میں اپنے اس غلبہ اور پرچار کی بہت ساری کہانیاں لئے ہوئے ہے۔ اس حوالہ سے ہندو سادھو آجی ساکو (Aaji Saku) کا ذکر محفوظ ہے۔ یہاں کی جگہوں کے کئی نام بھی ہندوانہ رہے ہیں۔ اور پھر اشوک اعظم کے مبلغین بھی بدھ مت کی تعلیمات کے ساتھ وہاں پہنچے۔ وہاں پر بدھوں کا جو ایک عظیم ترین مندر Bodobodar ہے اس کو دیکھتے ہوئے بعض مورخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس سے یہ لگتا ہے کہ کسی دور میں بدھ مت یہاں کی اکثریت کا مذہب تھا۔

مسلمانوں کی آمد سے پہلے یہاں کئی ہندو اور بدھ بادشاہتوں کا قیام رہا۔ انڈونیشیا اور عرب دنیا کے تعلقات اسلام کی آمد سے پہلے کے ہیں مگر اسلام کی آمد کے بعد اس کے اندر تک رسائی ہوئی جب خلفائے راشدین کے دور میں حجاز، یمن، ایران، ہندوستان اور ملتان تک جانے والے تاجر مبلغین نے اسلام کی پرامن اور محبت سے بھری تعلیم کا نمونہ پیش کیا اور بارھویں صدی میں باقاعدہ تبلیغی اثر قائم ہوگیا۔ مگر ایک بات جو اس ملک کے باشندوں کی خاصیت لگتی ہے کہ یہاں کے لوگ شروع سے ہی بڑے روادار تھے اور ہر ایک کی مذہبی آزادی اور اس کے پرچار کے خواہاں تھے۔ ماضی میں بھی کسی جنگی جارحیت میں نہ شامل ہوئے نہ خود مرتکب ہوئے۔ اور نہ کبھی باہر سے کسی جارحانہ اثر کو قبول کیا۔ اس وجہ سے اسلام کو بھی یہاں کسی سخت مخالفت کا سامنا نہ ہوا سوائے ایک سلطنت کے جو مجاپاہت Mujapahat کے نام سے جانی جاتی تھی۔ وہاں کے متعلق ذکر ملتا ہے کہ مسلمانوں پر ظلم ہوتا تھا۔

جاوا میں اشاعت اسلام چودھویں صدی عیسوی میں شروع ہوئی۔ انڈونیشین تاریخ کا ایک منفرد پہلو ہے کہ انڈونیشین بادشاہ جہاں اپنا نیک نمونہ دکھاتے رہے وہاں اسلام کے مبلغ بھی ہوتے تھے۔ آخر کار پندرھویں صدی میں یہ ظلموں کے ستائے ہوئے مسلمان اس ہندو سلطنت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور وہاں کے ہندوؤں کو بھاگ کر بالی Bali میں پناہ لینا پڑی۔ یہ واحد واقعہ ملتا ہے کہ جب مسلمانوں نے ہندوؤں کے خلاف تشدد والا رویہ اختیار کیا ہو۔

تیرھویں صدی میں مارکوپولو جب یہاں آیا تو اس نے مسلمانوں کو یہاں خوشحال پایا۔ پھر ابن بطوطہ نے بھی اپنے سفرنامہ میں ساٹرا کے سلطان کے شہنشاہ ہند کے ساتھ سفارتی تعلقات کا ذکر کیا ہے۔ سولہویں صدی میں پرتگیزی ملاح اس علاقہ میں پہنچے جو ان کے ہاں Spice Islands کے نام سے جانا جاتا تھا۔ آج بھی یہاں سے پام آئل اور گرم مصالحہ جات دنیا بھر میں جاتے ہیں۔ مگر اس وقت یہ پرتگالی اور ڈچ اقوام عیسائیت سمیت اپنا وہ اثر یہاں قائم نہ کرسکیں جو اسلام کا تھا۔ ان پرتگالی اور ڈچ حکمرانوں نے اپنا اثر قائم کرنے کے لئے بہیمانہ طریق تک اختیار کئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عوام میں ان کے خلاف اور بھی نفرت بھر گئی۔ ان جزائر کو انہوں نے ڈچ ایسٹ انڈیز یا مشرق نیدرلینڈ کا نام تک دے دیا تھا۔ انہوں نے طاقت اور ظلم سے ظاہری حکومت تو قائم کرلی مگر دلوں کو فتح نہ کرسکے۔ اس لئے انڈونیشین قوم ان سے آزادی کی ہر ممکن کوشش کرتی رہی اور ہر بڑی سے بڑی قربانی دیتی رہی۔ آخر عبدالرحیم سوکارنو اور محمد حتیٰ Soekarno & Hatta جیسے لوگوں نے جنم لیا جو تعلیم کی روشنی کو اپنا ہتھیار بنا کر کھڑے ہوئے۔ اپنی سرزمین کے لئے انڈونیشیا کے لفظ کو بھی انہی لوگوں نے متعارف کروایا۔ دوسری جنگ عظیم میں جاپانیوں نے ان جزائر کو ہالینڈ سے چھین کر انڈونیشیا کا نام تو دے دیا مگر جہاں وہ کئی محاذوں سے پیچھے ہٹے وہاں 1945ء میں اس کو بھی خیر باد کہہ گئے۔ اور مقامی سیاسی لیڈروں نے اپنی آزادی کا اعلان کرتے ہوئے ایک آزاد انڈونیشیا کی پارلیمنٹ بنادی۔ مگر ڈچ فوجوں نے جب دوبارہ اپنا حق جتانا چاہا تو انہیں ناکام لوٹنا پڑا۔ 30دسمبر 1949ء کو یونائیٹڈ سٹیٹس آف انڈونیشیا کا قیام عمل میں آگیا اور پھر یہ فیڈریشن آف انڈونیشیا آخر ایک ریاست کے طور پر نیا دستور لئے ہوئے ری پبلک آف انڈونیشیا کے نام سے پہچانی جانے لگی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے 1925ء میں ساٹرا اور جاوا کے ہالینڈ کے ماتحت جزائر میں اس آخری دور میں حقیقی اسلام کی اشاعت اور مسیح دوراں کی آمد کے اعلان اور اس کی جماعت میں شامل ہوکر اس قدرت ثانیہ اور اس مسیح کے عہد خلافت کے مظہر ثانی کی بیعت میں آنے کی منادی کے لئے مولوی رحمت علی صاحب کو بھجوایا۔ مولوی صاحب کی تبلیغ سے جو حضرت مصلح موعودؓ کی روحانی توجہ سے خوب برکت پارہے تھے، اس علاقہ میں جلد سے جلد احمدیت کا جھنڈا گاڑ دیا اور جہاں آپ کا مکان ''آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی بھی غلام ہے'' جیسے معجزانہ نشان کا مقام ٹھہرا وہیں احمدیت کا اثر اتنا وسیع ہوتا چلا گیا کہ ڈچ حکومت نے اپنے جدہ قونصل خانہ میں مقرر ہونے والے ساٹرا جانے والے افسر کو ہدایت کی کہ رستہ میں قادیان رک کر اس تحریک کا تعارف حاصل کرے۔ چنانچہ 1930ء میں وہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے مل کر گیا۔ خدا تعالیٰ نے انڈونیشیا جماعت کی دعائیں سن لیں اور ان کی امیدیں بھر آئیں۔ وہ یادگار دن 19جون 2000ء کہ جب اس قدرت ثانیہ اور اس مسیح موعودؑ کے عہد خلافت کے مظہر رابع حضرت مرزا طاہر احمد صاحبؒ نے اس انڈونیشیا کی سرزمین کو برکت بخشی تھی۔ یہ وہ تاریخ ساز لمحہ تھا جب پہلی مرتبہ کسی خلیفۃ المسیح کے قدم اس سرزمین پر پڑے تھے جن سے صدر مملکت سے لے کر عام آدمی تک مستفیض ہوئے۔

آپ نے اس جماعت کو یہ نوید سنائی کہ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ نئی صدی کے اختتام سے قبل انڈونیشیا سب سے بڑا احمدی مسلم ملک ہوگا، انشاء اللہ۔ آمین

اس موقع پر ہزاروں احباب نے حضورؒ کے دست مبارک پر اجتماعی بیعت کی سعادت پائی تھی۔ اس بابرکت وجود نے اپنی اس پیاری جماعت کے حوصلے بلند کرتے ہوئے جہاں انہیں خوشخبریاں سنائیں وہاں دعاؤں کی تحریک کرتے ہوئے ان کی یوں حوصلہ افزائی بھی فرمائی کہ انڈونیشیا میں آئندہ بہت بڑھ کر ترقی ہوگی۔ انشاء اللہ۔

پھر فرمایا کہ میں آپ سب کے لئے قدم قدم پر دعائیں کررہا ہوں۔ میں آپ سے بہت خوش ہوں۔ اللہ آپ کو بے انتہا فضلوں اور برکتوں سے نوازے۔ آمین

جلسہ سالانہ انڈونیشیا کی اختتامی دعا سے قبل فرمایا کہ میں نے جو خلوص، پیار انڈونیشیا کی جماعت میں دیکھا ہے میں نے دنیا میں کسی جماعت میں ایسا خلوص اور پیار و محبت نہیں دیکھا۔ جو لوگ باہر سے آئے ہیں انہوں نے بھی خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے کہ کس طرح انڈونیشیا کی جماعت اپنے اخلاص میں سب سے آگے ہے۔ ان کی آنکھوں سے کس طرح آنسو رواں ہیں۔ چھوٹے بڑے سب کی آنکھوں سے کس طرح آنسو بہتے ہیں۔

باہر سے آنیوالوں کو فرمایا کہ یہ پیغام یاد رکھیں اور واپس جاکر اپنے ملکوں میں یہ پیغام دیں کہ انڈونیشیا جیسا خلوص و پیار اپنے اندر پیدا کرو اور ان جیسا بنو۔

سب سے بڑھ کر حضور کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے حضور کی اپنی تازہ نظم جو آج تک جماعت احمدیہ انڈونیشیا کے ایمان کو تازہ کرتی اور روح کو گرماتی ہے کہ

اے عظیم۔ انڈونیشیا جایالہ۔ انڈونیشیا

یقیناً حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے اس دورہ کے دوران اس جماعت کے لئے توجہ اور محبت ہی تھی کہ جو اس ناچیز کے دل میں بھی گھر کرگئی اور جامعہ احمدیہ میں درجہ شاہد کا طالبعلم ہوتے ہوئے جہاں جاگتے میں ایم ٹی اے کی آنکھ سے حضور اور جماعت انڈونیشیا کے پیار کے نظارے دیکھتا تھا کہ رات سوتے میں بھی خود کو حضور کی معیت میں وفد کے درمیان جماعت انڈونیشیا کے مرکز پارنگ میں پایا اور دیکھا کہ حضور انور جیسے جلسہ سالانہ کے کچن کا معائنہ فرمارہے ہیں تو یہ عاجز غلام بھی پیچھے پیچھے ہے۔ اس خواب کی جو تعبیر ہوئی اس کا آگے چل کر ذکر ہوگا۔ انشاء اللہ

اور پھر جب زمانے نے رنگ بدلا اور مخالفت بڑھ گئی، احمدیوں پر ظلم ڈھائے گئے اور ایسے حالات کی وجہ سے انڈونیشیا جانا مشکل ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ایسے سامان مہیا کردیئے کہ ان درد کے ماروں کا مسیحا، مسیح الزماںؑ کا جانشین، نائب الرسول، خلیفہ خامس حضرت مرزا

مسرور احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ان کی دلداری اور حوصلہ افزائی کے لئے ستمبر 2013ء میں سنگاپور میں نزیل ہوا اور ان کے زخموں کا مرہم بنا۔

ان غلاموں کی ترسی نگاہوں اور پیاسی روحوں نے وہاں پہنچ کر اپنے آقا کی دید سے تسکین پائی اور اپنے من کی پیاس بجھائی۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ان کو حوصلہ دیا اور فرمایا کہ اس خطے میں انڈونیشیا ایسا ملک ہے جہاں احمدیت کی وجہ سے افراد جماعت پر بہت زیادہ ظلم ہو رہا ہے اور بعض شہادتیں بھی ہوئی ہیں۔۔۔انڈونیشیا کے احمدیوں پر اس ظلم کی وجہ سے جماعت کا بہت وسیع تعارف دنیا میں ہوا ہے۔۔۔ پاکستان کے بعد انڈونیشیا ایسا ملک ہے جہاں ظلم وبربریت کی داستانیں رقم ہوتی چلی جا رہی ہیں۔۔۔ان پاکستانی ملاؤں کا اثر ہی انڈونیشیا کے ملاؤں پر بھی ہے جو یہ ظلم کرتے رہے ہیں یا کرنے کی طرف لوگوں کو ابھار رہے ہیں۔ جب بھی موقع ملتا ہے مخالفین نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن یہ بھی اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ جتنا مخالفت میں دشمن بڑھ رہا ہے، احمدیوں میں استقامت بھی اس سے بڑھ کر بڑھ رہی ہے۔

پھر نصیحت فرمائی کہ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس زمانے میں فاصلوں کی دوری کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ایم ٹی اے کے ذریعہ سے جماعت اور خلافت کے تعلق کو جوڑ دیا ہے۔ اس لئے میرے خطبات اور مختلف پروگراموں کو ضرور سنا کریں۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 27 ستمبر 2013ء بمقام سنگاپور)

محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کی تعمیل میں اس ناچیز کو بھی جماعت احمدیہ انڈونیشیا کا دورہ کرنے کی توفیق ملی جس کی رپورٹ علیحدہ سے اس سے قبل شائع ہو چکی ہے۔ اس میں تمام جماعتی پروگرام اور تحدیث نعمت کا ذکر بھی مع تفصیل آ چکا ہے۔ فی الوقت اس تفصیل کو چھوڑتے ہوئے ملک کی مختصر تاریخ بیان کرنے کے بعد قارئین کی دلچسپی کے لئے ایک سفرنامہ کے طور پر اس کی روداد تحریر ہے۔

خاکسار 22 دسمبر 2019ء کو علی الصبح لندن ہیتھرو ائیرپورٹ سے صبح آٹھ بجے بذریعہ قطر ائیرویز براستہ دوہا انڈونیشیا کے لئے روانہ ہوا۔ راستہ میں ساڑھے چھ گھنٹے کے بعد دوہا ائیرپورٹ پر دو گھنٹہ کا قیام تھا۔ پھر دوہا سے رات کا آٹھ گھنٹے کا مسلسل فضائی سفر کرنے کے بعد 23 دسمبر کو انڈونیشیا وقت کے مطابق صبح آٹھ بجے Soekarnu-Hatta جکارتہ ائیرپورٹ پر اترا۔

جکارتہ میں اس وقت کی لینڈنگ کے لئے بھی پہلے سے طے پایا تھا کیونکہ جکارتہ کا ٹریفک جام دنیا بھر میں مشہور ہے۔ اس لئے اس رش سے بچنے کے لئے جتنی جلدی ممکن تھا پارنگ (مرکز جماعت انڈونیشیا) کے لئے نکلا جائے۔ جو کم از کم 3 سے 4 گھنٹے کا سفر تھا۔ اسی وجہ سے دوران دورہ جب بھی جکارتہ سے علی الصبح کوئی فلائیٹ لینا ہوتی تو اس سے قبل رات ائیرپورٹ پر ہی ہوٹل میں یا جکارتہ میں جماعتی گیسٹ ہاؤس میں قیام کرنا پڑتا۔

یورپ سے باہر خاکسار کا کسی ملک کا یہ پہلا دورہ تھا۔ ان ایام میں لندن جیسے شہر سے نکل کر جہاں موسم سرما اپنے عروج پر تھا 1,2 گریڈ ٹمپریچر سے یہ ایسی جگہ کا سفر تھا جہاں نہ صرف گرمی تھی بلکہ حبس بھی شدید تھی اور وہاں کا ٹمپریچر 30 سینٹی گریڈ تھا۔ خاکسار نے سامان پیک کرتے ہوئے اسی موسمی تبدیلی کو مدنظر تو رکھا مگر اس کا ٹھیک اندازا جکارتہ ائیرپورٹ پر اتر کر ہی ہوا۔ اس لئے مرکز پہنچ کر نمازوں اور کھانے سے فارغ ہو کر پہلے مارکیٹ کا رخ کیا کہ موسم کو مدنظر رکھتے ہوئے جو بھی کپڑے ساتھ رکھے تھے مناسب نہیں رہیں گے اس لئے یہاں پہنچ کر ہی اب درست اندازا ہوا ہے۔ لندن کے سرد موسم میں جتنے چپکے ہوئے موٹے گرم اور زیادہ کپڑے آرام دیتے تھے یہاں کے گرم محبوس موسم میں کھلے باریک ہوادار اور کم کپڑے راحت دیتے تھے۔ مارکیٹ پہنچ کر اپنی طرف سے موسم کی مناسبت سے ایک سستی ٹی شرٹ پسند کی تو پتہ چلا کہ اس کی بھی قیمت آسمان سے باتیں کر رہی ہے یعنی ستر ہزار انڈونیشن روپیہ۔ یقیناً ایک پاکستانی اوریجن رکھنے والے کے لئے اتنے ہزار روپیہ صرف ایک ٹی شرٹ کے لئے آنکھیں کھولنے کو کافی تھا مگر شکر ہے یہ انڈونیشن روپیہ تھا جس کی مالیت پاکستانی روپیہ سے بھی کم تھی اور پاؤنڈ کے مقابلہ میں تو بہت ہی کم تھی۔ الحمدللہ اپنے قیام کی مناسبت اور ضرورت سے خریداری کر لی۔ یہاں کا لباس بھی خاص تھا۔ پیچی (ٹوپی)، سارنگ (دھوتی) اور قمیص بھی بطور سوونیئر مل گئی۔

انڈونیشیا کا ملک equator پر ہونے کی وجہ سے سارا سال گرم مرطوب موسم رکھتا ہے۔ یہاں بارشیں بھی زیادہ ہوتی ہیں اور حبس بھی رہتی ہے۔ اور جزائر جو سمندری ہوائیں بھی رکھتے ہیں، دلکش ساحلی علاقے اور گھنے جنگلات بھی ہیں۔ جو سیاحت کا مرکز ہیں۔ اس لئے وہاں سفر کرنے سے قبل اگر موسم کو مدنظر رکھا جائے تو یہ حسین اور دلکش نظاروں کا مالک ملک اور بھی حسین لگتا ہے۔ خاکسار نے اپنے دو ہفتہ کے قیام کے دوران جہاں جماعتی پروگرامز میں شمولیت اختیار کی وہاں اس کے جغرافیائی حسن اور خدوخال کا بھی نظارہ لیا۔ اس قیام کے دوران خاکسار کو اس کے دارالخلافہ جکارتہ اور جماعتی مرکز پارنگ کے علاوہ ساٹرا، کلماتن اور جاوا کے ریجنل اور پھر نیشنل وقف نو اجتماعات میں شمولیت کے علاوہ سیر کا بھی موقع ملا۔

چاہے جکارتہ ہو یا اس کے علاوہ دوسرے صوبے سب میں سفر کرتے ہوئے ایک چیز جو نظر آئی وہ عورتوں کا مردوں کے شانہ بشانہ کام تھا۔ ان کا لباس اور پردہ ان کا مذہبی پس منظر بتاتا تھا مگر صرف عورت اور معاشرے کا بنیادی فرد ہونے کے لحاظ سے وہ گھر کے باہر بھی اپنے کاموں میں مگن نظر آتیں۔ موٹر سائیکل ایک بنیادی سواری کے طور پر تھا اس کو بھی مرد خواتین بلا امتیاز چلا رہے تھے۔ بلکہ اس متعلق تو یہ بھی معلوم ہوا کہ یہاں کے ٹریفک جام اور بے روزگاری میں اس سواری نے عوام کو بہت ریلیف دیا ہوا ہے۔ یہاں موٹر سائیکل سواری بھی Uber کی طرح دستیاب تھی۔ پھر جہاں ٹریفک جام ہوا ایک خاص منظر نظر آیا کہ گلی محلے یا سڑکوں پر بیٹھے بظاہر فضول اور نکمے لوگ فوراً اس بے ہنگم ٹریفک میں کھڑے ہو جاتے اور گاڑیوں کے لئے رستہ بنواتے۔ اس کا صلہ ڈرائیور کی طرف سے شکریہ اور شاباش کے بعد چند سکے یا روپے ان کی ہتھیلی میں تھما دینا ہوتا تھا۔ یہ دونوں منظر شہروں اور گاؤں میں برابر دیکھنے کو ملے۔

خاکسار کے اس دورہ میں احباب جماعت نے اکرام ضیف میں پہلے دن کوشش کر کے پاکستانی اوریجن کا کھانا تیار کیا۔ ان کا خلوص اور کوشش اپنی جگہ مگر اس میں تکلف کا عنصر دیکھ کر طبیعت پر بوجھ محسوس ہوا تو محترم عبدالباسط شاہد، امیر صاحب انڈونیشیا سے درخواست کی کہ آئندہ سے خاکسار بھی جو انڈونیشین احباب کھاتے ہیں وہی کھانا ان کے ساتھ کھائے گا۔ اس طرح الحمدللہ وہ کھانا حفظان صحت کے اصولوں اور موسمی لحاظ سے بہتر رہا۔ اور یوں وہاں کے مختلف کھانوں، پھلوں اور مشروبات کا تعارف بھی ہو گیا اور ذائقہ بھی چکھا۔ چاول ان میں بہت مرغوب ہیں۔ ہر کھانے میں اور اکثر کھانوں میں اس کا استعمال عام ہے۔ وہاں کے دوستوں نے بتایا کہ اگر ان کو ایک دن چاول نہ ملیں تو یوں لگتا ہے جیسے کچھ کھایا ہی نہیں۔ کیلے کے پتوں میں چاولوں کو خاص طریقے سے سجا کر مٹھائی اور دوسری ریفریشمنٹ میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اس دورہ کے دوران پانچ کے قریب ایسے پھل اور دو تین مشروب ہونگے جن کا ذائقہ خاکسار کے لئے بالکل نیا تھا اس لئے ان کو کیمرے کی آنکھ اور تصور کی آنکھ سے محفوظ کر لیا۔

دورہ کے دوران ساتھ رہنے والے واقفین نو نے نماز فجر کے بعد کی چائے یا ہلکا پھلکا ناشتہ ایسا متعارف کروایا کہ واپس آ کر بھی کچھ دن اس کی عادت رہی۔ لندن کی زندگی میں اکثر تو صبح دفتر کی تیاری کے دوران ہی ناشتہ ہوتا تھا یا بعض اوقات وہ بھی چائے کا کپ دفتر آ کر پینا ہوتا ہے۔ مگر وہ کہتے تھے کہ انڈونیشیا میں اس وقت ناشتہ کیا جاتا ہے اور دس گیارہ بجے بھی کچھ کھایا جاتا ہے جو شاید لندن کے elevenses کے مطابق ہو مگر ہم جیسی اکثریت تو یہاں brunch کی عادی ہو چکی ہوتی ہے۔

بہر حال اس دوران چاہے وہ احباب کا خلوص تھا، کہیں نظاروں کی دلکشی تھی یا دسترخوان پر چنا ہوا کھانا تھا، سب دیکھ کر ایک حقیقت ہمیشہ یاد رہی کہ یہ محض اور محض خدا کے فضل، مسیح موعودؑ کی غلامی، حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کی شفقت اور وقف کی برکت کا ہی نتیجہ تھا ورنہ کیا پدی اور کیا پدی کا شوربہ۔

Kuala Namu پہنچ کر ائیرپورٹ سے سیدھے برستیگی گئے جو کارو ریجن، نارتھ ساٹرا میں میدان سے تقریباً ستر کلومیٹر دور تھا اور یہاں کی ایک مشہور قدرتی جھیل Toba Lake کے راستہ میں پڑتا تھا۔ گرم موسم میں یہاں آنا یوں سمجھ لیں کہ جیسے گرمیوں میں پاکستان میں لاہور سے مری کی طرف چلے جائیں۔ یہاں سے مشہور دو پہاڑ بھی نظر آتے تھے جو لاوا اگلتے تھے۔ انڈونیشیا کی سرزمین پر ایسے کئی پہاڑ ہیں جن پر زلزلے اور لاوا پھٹنے کے واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں اس جگہ کا نام برستیگی بھی ڈچ ہے۔

ٹوبہ لیک یہاں کی مشہور سیرگاہ ہے۔ بڑی بڑی دور سے لوگ یہاں آتے ہیں۔ یہاں سبزیوں اور کافی وغیرہ کے Organic Farms

بھی ہیں۔ یہاں سے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں بطور تحفہ سووینیئر پیش کرنے کے لئے سبز چائے اور کافی لی گئی تھی۔

اس کے علاوہ وہاں بدھ مت کا ایک گولڈن ٹیمپل دیکھنے کا بھی موقع ملا جو Lumbini Natural Park میں واقع تھا۔ اس کی تعمیر 2010ء میں مکمل ہوئی تھی اور اکتوبر 2010ء میں اس کا افتتاح ہوا جس میں دنیا بھر سے 1300 بدھ بھکشو شامل ہوئے تھے۔

رات ہمارا قیام ایک ہوٹل میں رہا۔ اس کے بعد صبح ناشتہ کرنے کے بعد ہم میدان کے لئے روانہ ہوئے۔ وہاں کے ایک مقامی دوست مکرم نبوت صاحب نے جن کے آباء کا تعلق لاہور پاکستان سے تھا اور اللہ تعالیٰ نے اب ان کو مالی فراخی بھی عطا کی ہوئی تھی، ایک معروف Sea Food ریسٹورنٹ پر ہم سب احباب کی دعوت بھی کی تھی۔ اس کے بعد انہوں نے وہاں کا خاص کڈھی پر بننے والا ایک سووینیئر کپڑا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے لئے بطور ہدیہ پیش کیا جو لندن واپسی پر خدمت اقدس میں تعارف کے ساتھ پیش کر دیا گیا تھا۔

میدان میں ہمیں وہاں کا شاہی محل بھی دیکھنے کا موقع ملا جو Maimoon Palace کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس میں ملایا تہذیب کا اثر نمایاں تھا۔ اس شاہی خاندان کی مسلمان ہونے کی کہانی بھی بہت دلچسپ ہے۔ بہرحال یہ محل عوام کی تفریح کا بھی مرکز ہے۔

وہاں سے ہم واپس جکارتہ پہنچ کر جماعتی گیسٹ ہاؤس میں ٹھہرے کیونکہ اگلے روز 30 دسمبر کو ہم نے Central Kalimantan کے ریجن میں Palang karaya کے لئے روانہ ہونا تھا۔ Garuda Airline سے ہماری وہاں کے لئے فلائٹ تھی۔

ایئر پورٹ جانے سے پہلے ہم نے جکارتہ کی کچھ سیر کی جس میں پہلے Jakarta National Monument دیکھا جس کو Monas بھی کہتے ہیں۔ یہ اس ملک کے پہلے صدر سوکارنو نے تعمیر کروایا تھا جو انڈونیشین قوم کی جمعیت کی نشانی کے طور پر تھا۔ یہ ایک سو تیس میٹر لمبا مینار ہے جس کے سر پر چمکدار گولڈن شعلہ نما تاج بنایا گیا ہے۔

اس کے علاوہ مسلمانوں کی یکجہتی اور جمعیت کی نشانی کے طور پر مسجد استقلال تعمیر کروائی گئی تھی۔ ہم وہاں سے مسجد استقلال گئے جو جنوب مشرقی ایشیا کی سب سے بڑی مسجد ہے۔ اس میں بیک وقت دو لاکھ نمازی سما سکتے ہیں۔ مذہبی آزادی کی وجہ سے وہاں داخل ہوتے ہوئے نہ تو مذہب پوچھا گیا اور نہ فرقہ، صرف ریکارڈ کے لئے نام اور ملک کا نام لکھا گیا۔ اس مسجد میں شکرانے کے دو نوافل بھی ادا کئے اور دعا کی کہ خدا تعالیٰ جلد وہ دن لائے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی خوشخبری پوری ہو کہ انڈونیشیا سب سے بڑا احمدی ملک بن جائے۔

اس کے بعد ہم ایئر پورٹ پہنچے جہاں سے کلمانتن کے لئے فلائٹ تھی۔ وہاں پہنچنے پر مقامی احباب نے استقبال کیا۔ یہاں کی آب وہوا گرم تھی اور اسی طرح حبس بھی شدید تھی۔ ایئر پورٹ سے ہوٹل جاتے ہوئے راستہ میں مقامی ریسٹورنٹ سے مقامی کھانا کھایا۔ یہاں کے حلال کلچرل کھانوں میں سمندری خوراک، مچھلی، چاول، سوپ اور سلاد نیز پھلوں کا استعمال عام تھا جو صحت اور موسمی لحاظ سے موزوں تھا۔ شاید یہاں کی خوراک اور موسم کا ہی اثر تھا کہ کوئی فربہ انسان دیکھنے کو نہ ملا۔ یہ ہوٹل مکرم معلم صاحب کی اہلیہ نے جو اپنا ایک ذاتی کاروبار بھی کرتی تھیں، دورہ کنندگان کے اعزاز میں بک کروایا تھا۔

جس مقامی ہوٹل میں خاکسار کی رہائش تھی وہ پالانگ کرایا کے سنٹرل چوک کے سامنے تھا جس میں نئے سال کی تقریب منعقد ہو رہی تھی۔ اس لئے نیو ایئر نائٹ میں تمام رات شور شرابہ، میوزک، رنگ برنگی روشنیاں اور آتش بازی کی آوازیں کانوں میں بجتی رہیں۔

پالانگ کرایا میں ہمارے ایک احمدی پاکستانی دوست کا قالین کا کاروبار تھا۔ انہوں نے ایک شام کھانے کی دعوت پر بلایا تو باہمی تعارف ہوا کہ وہ ضلع سرگودھا کے ایک گاؤں 35 شمالی سے تعلق رکھتے تھے۔ خاکسار کی جامعہ احمدیہ پاس کرنے کے بعد پہلی تقرری ضلع سرگودھا کی تھی۔ چند ماہ چک منگلا میں خدمات سرانجام دینے کے بعد جب خاکسار کا تبادلہ سرگودھا شہر میں کیا گیا تو اس دوران جو جماعتیں خاکسار کے سپرد تھیں ان میں سے شہر کے قریب کی جماعتوں میں سے ایک یہ بھی تھی۔ انہوں نے پاکستانی کھانے کا اہتمام کیا تھا جو کافی دنوں بعد میسر ہوا تھا اس لئے اس کا ذائقہ اور بھی لذیذ محسوس ہو رہا تھا۔ موصوف نے بتایا کہ انڈونیشیا میں خصوصاً جکارتہ میں ہمارے کافی پاکستانی احمدی کاروبار کر رہے ہیں جن میں قالین کا کاروبار بہت کامیاب ہے۔ یہ بھی پہلے وہاں کاروبار کرتے تھے اب ساتھ یہاں بھی دکان بنالی تھی۔ ان میں مکرم ملک محبوب الرحمٰن صاحب کا نام قابل ذکر ہے جو کامیاب بزنس مین تھے اور ان کا اپنا ہوٹل بھی تھا جس پر بعد میں ہم جکارتہ واپس آ کر اپنے نیشنل وقف نو اجتماع کے لئے جاوا، وانا سیگرا جاتے ہوئے ملنے بھی گئے تھے۔ اس کی وجہ کاروبار نہیں بلکہ ان کی اپنی ذاتی شخصیت اور تعارف تھا۔

پالانگ کرایا میں ہمارے ایک واقف نو جو لوکل گورنمنٹ میں کافی مستعد و معاون ہیں اور ان کی سسرالی فیملی بھی معروف فیملی ہے نیز یہ خود بھی حضور انور ایدہ اللہ کی اجازت سے سیاست پڑھ رہے ہیں، نے اپنے گھر دعوت پر بلایا۔ انہوں نے مقامی اخبار میں ہمارے آنے کی خبر مع تصویر شائع بھی کروائی۔

واپسی سے قبل ہم اس جگہ بھی گئے جہاں صدر سوکارنو کا مجسمہ نصب ہے۔ یہ پالانگ کرایا سٹی مانیومنٹ تھا۔ پھر Kahayan Bridge دیکھا۔ اس شہر کو سوئیکارنو نے انڈونیشیا کا نیا دارالخلافہ بنانے کے لئے آباد کیا تھا۔ وہاں سے ایئر پورٹ واپسی سے قبل ہم مکرم نور الدین صاحب، معلم سلسلہ کی دعوت پر ان کے گھر اور ان کی اہلیہ کی دکان پر بھی گئے تا ان کا شکریہ ادا کریں کہ انہوں نے اسقدر مہمان نوازی کی۔ اللہ انہیں اس کی بہترین جزاء دے۔ آمین۔ انہوں نے یہاں کا ایک مشہور پھل دریان بھی متعارف کروایا جس کا ذکر جب سے خاکسار انڈونیشیا پہنچا تھا ہر انڈونیشن احمدی دوست کرتا تھا کہ کیا آپ نے ابھی تک وہ پھل کھایا ہے کہ نہیں؟ ان کے علاقہ اور گھر پر وہ وافر طور پر دستیاب تھا جس کو انڈونیشین احباب نے خوب شوق سے کھایا اور خاکسار نے صرف ذائقہ چکھا جو خاکسار کے مزاج کے موافق نہیں تھا نیز اس کی بڑی عجیب سی خوشبو تھی مگر بتانے والوں نے اس میں چھپے فوائد بھی بتائے اور خاکسار سے قبل آنے والے جماعتی وفود اور احباب کی اس سے جڑی داستانوں سے بھی محظوظ کیا۔

یکم جنوری 2020ء کو وہاں سے واپس جکارتہ پہنچے اور رات قیام وسمہ الرحمت میں کیا۔ اب ہمارا اصل سفر ویسٹ جاوا Wanasigra کی طرف تھا۔ ہمارا یہ سفر بذریعہ روڈ تھا۔ اس کے لئے ہم صبح ناشتہ کے بعد نکل پڑے تھے۔ خاکسار کے ہمراہ نیشنل سیکرٹری وقف نو اور دو واقفین نو خدام بھی تھے۔ تقریباً پانچ چھ گھنٹے کا سفر کر کے ہم ایک سیاحتی مقام پر Kampung Sumber Alam Garut ایک گیسٹ ہاؤس میں رکے۔ تمام راستہ سرسبز تھا اور بعض جگہوں پر سڑک کے دونوں اطراف وہاں کے مقامی پھلوں اور سوغات عام تھیں جن میں شکرقندی کے زیادہ ٹھیلے تھے۔ یہ گیسٹ ہاؤس سومبر عالم تھا جس کے مالک ایک احمدی دوست مکرم Akun صاحب تھے جو نیشنل سیکرٹری ضیافت بھی تھے۔ اس گیسٹ ہاؤس کی تاریخی اہمیت بھی تھی کہ جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ دورہ انڈونیشیا پر تشریف لائے تھے تو آپؒ نے یہاں بھی قیام فرمایا تھا۔ الحمدللہ کہ خاکسار 2 جنوری 2020ء کو یہاں پہنچا اور یہ سن کر زیادہ خوشی ہوئی کہ رہائش بھی اسی سوئیٹ اور کمرہ میں ہوگی جس کو حضورؒ نے برکت بخشی تھی۔ اس گیسٹ ہاؤس کی جغرافیائی صورتحال ایسی تھی کہ یہ پہاڑیوں کے دامن میں تھا اور ان سے گندھک ملا پانی کا چشمہ نکلتا تھا جو اس طریقہ سے پائپ لائنوں کے ذریعہ گیسٹ ہاؤس تک لایا گیا تھا کہ وہ نہ صرف ایک بڑے سوئمنگ پول کے لئے استعمال ہو رہا تھا بلکہ اس گیسٹ ہاؤس کے خوبصورت جھونپڑیوں نما کمروں اور سوئیٹس کے اندر غسل خانوں تک پہنچایا گیا تھا۔ سوئیٹس کے صحن میں بھی چھوٹے سوئمنگ پولز تھے اور پھر ان غسل خانوں میں بھی نہانے کے لئے چھوٹے چھوٹے پولز بنائے گئے تھے تا کہ مہمان اور زائرین طبی لحاظ سے بھی اس سے پوری طرح استفادہ کر سکیں۔ اس لئے خاکسار نے بھی فائدہ اٹھایا علاوہ ازیں اس جماعتی تاریخی اہمیت کے حامل مقام سے حسین یادیں جمع کیں۔ اس کا اردگرد کا ماحول اور منظر بھی دیدہ زیب تھا۔ گیسٹ ہاؤس کے ماحول اور کمرے کے گرد پانی کے تالاب اور ان میں کھلے ہوئے کنول اور نرگس کے بڑے بڑے پھول، ان میں تیرتی چھوٹی چھوٹی خوبصورت سنہری مچھلیاں باری تعالیٰ کے مصور اور احسن الخالقین ہونے کا منہ بولتا ثبوت تھیں۔ رات کے وقت یہاں تالاب کے بیچوں بیچ ہلکی روشنی میں نیچے بیٹھ کر لکڑی کے دسترخوانوں پر انڈونیشین کھانا سجانے کے بعد اس کا لطف اٹھانا اور بھی مزہ دیتا ہے۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔

اگلی صبح ناشتہ کرنے کے بعد 3 جنوری کو ہم Wanasigra کے لئے روانہ ہوئے جو ویسٹ جاوا کا ایک گاؤں تھا اور یہاں جماعت کی اکثریت تھی اردگرد کے دس گاؤں احمدی تھے۔ یہاں سارے کا سارا علاقہ احمدی تھا۔ یہ 1940ء سے قائم شدہ جماعتیں ہیں۔ وقف نو کا نیشنل اجتماع اسی اسکول میں ہی منعقد ہوا۔ الحمدللہ یہاں بھی دور دراز سے واقفین نو اور والدین جمع ہوئے۔ یہ حقیقی جماعتی

بقیہ صفحہ 8 پر

رپورٹ: سیف اللہ مجید مبلغ سلسلہ فجی نمائندہ روزنامہ الفضل لندن آن لائن (فجی)

رپورٹ جلسہ سیرۃ النبی ﷺ تاویونی جماعت

الحمدُللہ ثُم الحمدُللہ کہ تاویونی جماعت کو اپنی روایات کو قائم رکھتے ہوئے مؤرخہ 2 نومبر 2020ء کو اپنا جلسہ سیرۃ النبی ﷺ بڑی کامیابی کے ساتھ گورنمنٹ کالج تاویونی میں منانے کی توفیق ملی۔

تیاری جلسہ:۔ جلسہ سے 3 ہفتہ قبل مکرم و محترم طارق احمد رشید صاحب مربی سلسلہ تاویونی نے مقامی صدر صاحب اور جماعت ممبران کے ساتھ میٹنگ کر کے پروگرام بنایا بعد ازاں مکرم امیر صاحب سے رہنمائی حاصل کی اور پھر حضور پُر نور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں بھی جلسہ کی کامیابی کے لئے دُعائیہ خط لکھ کر باقاعدہ تیاری شروع کر دی گئی۔

جلسہ کی کامیابی کے لئے مجلس عاملہ کی متعدد میٹنگز کی گئیں۔امسال جلسہ کے لئے تاویونی جماعت نے فجی کے پُرانے اور ابتدائی حکمران چیف فیملی کے سربراہ مکرم راتو اپیلی گنی لاؤ صاحب کو بطور مہمان خصوصی مدعو کیا جنہوں نے بڑی محبت اور خوش دلی کے ساتھ اس دعوت کو قبول کیا، مکرم راتو صاحب خود ریٹائرڈ بریگیڈئر آرمی کمانڈر ہیں اور فجی کے پہلے پریذیڈنٹ مکرم راتو پنیا صاحب کے بڑے بیٹے اور راتو کسیسمارا صاحب جو فیجی کے پہلے وزیر اعظم تھے، اُن کے داماد ہیں۔ان کے علاوہ علاقے میں ہر مذہب کے لیڈر کو دعوت دی گئی نیز 10 مختلف چرچز کے پادریوں کو بھی دعوت نامے بھجوائے گئے۔

اسی طرح جلسہ کے پروگرام کے مطابق نظم اور تقاریر کی تیاری کے لئے بھی متعدد کلاسز کا اہتمام کیا گیا۔

پروگرام جلسہ سیرۃ النبی ﷺ

مؤرخہ 2 نومبر کی صبح مکرم طارق احمد رشید صاحب مربی سلسلہ تاویونی نے جلسہ کے دن کی مناسبت سے باجماعت نماز تہجد کا اہتمام کیا اور نماز فجر کے بعد احباب جماعت کالج میں مہمانوں کے استقبال کے لئے تشریف لے گئے۔ کالج کے ہال کو اسلامی تعلیمات پر مشتمل بینرز سے مزین کیا گیا تھا اور دیواروں پر مختلف احادیث کے ساتھ ساتھ حضور ﷺ کی تعریف میں نان مسلم سکالرز کے بیانات بھی آویزاں کئے گئے تھے۔

مکرم و محترم مولانا محمود احمد صاحب امیر و مبلغ انچارج فجی بھی اس جلسہ میں شمولیت کے لئے تشریف لائے۔ مہمانان کرام کی آمد کے بعد اُن کو ریفریشمنٹ پیش کی گئی۔

پروگرام کے مطابق صبح 11:00 بجے تلاوت قرآن کریم مع انگریزی اور فیجیئن ترجمہ سے جلسہ کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ اس کے بعد جلسہ میں 2 نظمیں اور 1 تقریر حضور ﷺ کی سیرت طیبہ پر پیش کی گئی۔ بعد ازاں اس جلسہ میں 2 مختلف عیسائی پادریوں اور 1 ہندو پنڈت نے بھی بڑی تفصیل سے نہ صرف آنحضرت ﷺ کی سیرۃ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی بلکہ اسلام کی عظیم اور معاشرے کے لئے اہم تعلیم کا بھی بر ملا

اظہار کیا جس کو تمام طلباء نے اور تمام حاضرین نے بڑی توجہ سے سُنا۔اس کے بعد معزز مہمان خصوصی مکرم راتو اپیلی گنی لاؤ صاحب نے بھی حضور ﷺ کے اخلاق طیبہ کا بخوبی تذکرہ کیا اور کہا کہ آپ ﷺ کی شخصیت کے بارے میں مطالعہ کرنے کے بعد جس بات نے مجھے متاثر کیا ہے وہ آپ ﷺ کا معاشرے کو تبدیل کرنے کے لئے عملی نمونہ تھا جس سے وہ کامیاب ہوئے۔ اسی طرح سیرت کے اور مختلف پہلوؤں کو بھی بڑی خوبصورتی سے انہوں نے بیان کیا۔

بعد ازاں امیر و مشنری انچارج فجی مکرم و محترم مولانا محمود احمد صاحب نے بھی آنحضرت ﷺ کی سیرت اور قیام امن سے تعلق اسلام کی تعلیم کو بیان کیا اور اسی تعلیم کی تجدید کے لئے آنے والے مسیح موعودؑ اور مہدی موعودؑ اور آپؑ کی خلافت کی قیادت میں بڑھنے والی جماعت احمدیہ کو بھی بطور مثال پیش کیا کہ جو تعصب سے پاک اور امن کا پیغام ہمارے آقا ﷺ آج سے تقریباً 1500 سال پہلے لائے تھے آج اسکی عملی تصویر بفضل تعالیٰ ہماری عالمگیر جماعت احمدیہ پیش کر رہی ہے۔ اس کی زندہ مثال آج کا یہ عظیم جلسہ ہے جسکو اس جزیرے پر بسنے والے چند احمدی گھرانوں نے کامیابی کے ساتھ منعقد کیا ہے۔اور تمام مذاہب کے ماننے والوں کو بُلا کر نہ صرف بھائی چارے کا نمونہ قائم کیا ہے بلکہ اسلام اور حضور ﷺ کی امن پسند تعلیم سے بھی یہاں موجود لوگوں کو متعارف کروایا ہے۔ الحمدُللہ علیٰ ذٰلک

جلسہ کے آخر پر مکرم و محترم طارق احمد رشید صاحب مربی سلسلہ نے تمام حاضرین جلسہ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے خاتم الانبیاء آنحضرت ﷺ کی پیشگوئیوں کو گزشتہ الہامی کتب کے حوالہ سے مختصراً بیان کیا جس کے بعد مکرم و محترم مولانا محمود احمد صاحب امیر و مشنری انچارج فجی نے دعا کروائی۔

اسی طرح معزز مہمان کے علاوہ دیگر مختلف مذاہب کے مقررین کو بھی حضرت مسیح موعودؑ کی معرکہ آرا کتاب (اسلامی اصول کی فلاسفی) کا انگریزی ترجمہ اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی کتاب (اسلامز ریسپونس ٹو کنٹیمپرری اشوز) کے نسخہ جات بطور تحفہ پیش کئے جس کو انہوں نے شکریہ کے ساتھ قبول کیا۔اسی طرح عوام الناس کے لئے بھی جلسہ گاہ ایک طرف جماعتی لٹریچر پر مشتمل تبلیغی بُک سٹال کا اہتمام تھا جس سے طلباء اور حاضرین نے بھر پور استفادہ کیا۔

الحمدُللہ جلسہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور حضور پُر نور ایدہ اللہ تعالیٰ کی دعاؤں سے نہائت کامیاب رہا جس میں کُل 335 مرد وزن نے شرکت کی۔ بڑی تعداد میں زیر تبلیغ احباب بھی تشریف لائے تھے۔ جلسہ کے اختتام پر تمام شاملین کے لئے کھانے کا انتظام تھا۔

درخواستِ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام شاملین جلسہ کے ایمان و اخلاص میں برکت ڈالے اور ان کو جلسہ کی برکات اور مقاصد سے بھر پور حصہ پانے کی توفیق دے اور تمام جماعت کے ممبران اور کالج کے پرنسپل صاحب اور انکی ٹیم کو بھی اجر عظیم سے نوازے جنہوں نے اس جلسہ کی کامیابی کے لئے بھر پور تعاون اور کوشش کی۔آمین ثم آمین۔ جزاھُم اللہ واحسن الجزاء۔

رپورٹ: ظفر اقبال ساہی

افتتاح تقریب بیت اللطیف گیمبیم (امبور)

محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے 27 نومبر 2020 بروز جمعۃ المبارک بیت اللطیف کے افتتاح کی تقریب ہوئی۔ بیت اللطیف ریجن امبور کے ایک گاؤں گیمبیم میں تعمیر کی گئی ہے۔اس گاؤں کے امام محترم عیسیٰ انجائے صاحب نے چند سال قبل بیعت کی اور جماعت احمدیہ حقہ اسلامیہ میں داخل ہوئے۔ اس وقت گاؤں میں ایک کچی اور بالکل چھوٹی سی مسجد تھی۔مسجد کیا ایک چھوٹا سا کمرہ تھا لیکن جب انہوں نے بیعت کی تو بہت مخالفت ہوئی یہاں تک کہ ہمارے معلم اور عیسیٰ انجائے صاحب اپنے ہی گھر میں نمازیں ادا کرنے لگے اور جمعہ بھی وہیں پڑھتے تھے اور اہل گاؤں کی طرف سے شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔

شروع میں تو یہ اور معلم صاحب ہی تھے پھر اس گاؤں کے مؤذن محترم داؤدا صاحب بھی ساتھ شامل ہو گئے اور انہوں نے بیعت کر لی۔اور دو احباب کے ساتھ جمعہ ہوتا رہا۔

آج یہ وقت بھی آیا ہے کہ سوائے تین گھروں کے جو کہ کسی اور جگہ سے آ کر یہاں آباد ہوئے ہیں سارا گاؤں اللہ کے فضل سے احمدی ہے الحمد للہ۔محترم عیسیٰ انجائے صاحب تو اب اس دنیا میں نہیں رہے، گزشتہ سال وفات پا گئے تھے انہوں نے ایک ایکڑ زمین جماعت کے نام برائے مسجد اپنی زندگی میں کر دی تھی۔ ان کے بیٹے مکرم عثمان انجائے صاحب اب قائد مجلس ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اپنے والد صاحب کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا کرے۔مسجد بیت اللطیف مکمل طور پر اپنی مدد آپ کے تحت بنائی گئی ہے اور اس خوبصورت مسجد کی تعمیر میں لجنہ اماء اللہ نے نمایاں کام سرانجام دیا۔پانی لانے کا کام تعمیر کے لئے مکمل طور پر لجنہ اماء اللہ نے کیا اور اسی طرح خدام اور اطفال نے بھی بھرپور وقار عمل کیا۔مسجد کی تعمیر تین ماہ کے عرصہ میں مکمل ہوئی۔مسجد میں 150 افراد کے نماز پڑھنے کی گنجائش موجود ہے۔مسجد میں بجلی بھی پہنچائی گئی اور لاؤڈ اسپیکر کا بھی انتظام ہے۔الحمد للہ علی ذلک

اسی طرح پانی کا انتظام بھی ہے اور وضو کرنے کے لیے مزید ٹوٹیاں لگائی جا رہی ہیں۔جب یہ مسجد مکمل ہوئی تو حضور پرنور کی خدمت اقدس میں نام کے لیے لکھا گیا۔حضور نے ازراہ شفقت اس مسجد کا نام بیت اللطیف عطا فرمایا۔افتتاح کے موقع پر حاضری 332 رہی۔لجنہ نے کھانا تیار کیا اور سارے حاضرین کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اس تقریب میں آٹھ گاؤں کے امام اور چیف

شریک ہوئے۔محترم امیر صاحب نے افتتاح کے موقع پر مسجد کی اہمیت پر روشنی ڈالی اور دعا کی کہ اللہ تعالیٰ اس مسجد کو ہمیشہ نمازیوں سے بھرا رکھے اور بتایا کہ مسجد کی اصل رونق اور خوبصورتی تو مسجد کے آباد ہونے میں ہے۔الحمد للہ یہ پروگرام بہت اچھا رہا اور سب گاؤں کے لوگ بہت خوش تھے۔صدر جماعت مکرم داؤدا صاحب اور خاکسار نے امیر صاحب اور ان کے وفد کا شکریہ ادا کیا جو کہ ڈاکار سے آئے تھے اور دعا کے ساتھ اس تقریب کا اختتام ہوا۔

بقیہ: فرمان خلیفۂ وقت......از صفحہ 1

کی۔ بالآخر یہ مقدمہ عدالت میں پہنچا اور کافی دیر تک چلتا رہا۔کپورتھلہ کے بہت سے دوست فکرمند تھے اور گھبرا گھبرا کر حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں دعا کے لئے عرض کرتے تھے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان دوستوں کے فکر اور اخلاص سے متاثر ہو کر ایک دن ان کی درخواست پر غیرت کے ساتھ فرمایا: گھبراؤ نہیں! اگر میں سچا ہوں تو یہ مسجد تمہیں مل کر رہے گی۔مگر عدالت کی نیت خراب تھی اور جج کا رویہ بدستور مخالفانہ رہا۔ آخر اس نے عدالت میں برملا کہہ دیا کہ ”تم لوگوں نے نیا مذہب نکالا ہے۔اب مسجد بھی تمہیں نئی بنانی پڑے گی اور ہم اسی کے مطابق فیصلہ دیں گے“۔مگر ابھی اس نے فیصلہ لکھا نہیں تھا اور خیال تھا کہ عدالت میں جا کر لکھوں گا۔اس وقت اس نے اپنی کوٹھی کے برآمدہ میں بیٹھ کر نوکر سے بوٹ پہنانے کے لئے کہا۔نوکر بوٹ پہنا ہی رہا تھا کہ جج پر اچانک دل کا حملہ ہوا اور وہ چند لمحوں میں ہی اس حملہ میں ختم ہو گیا۔اس کی جگہ جو دوسرا جج آیا تو اس نے مسل دیکھ کر احمدیوں کو حق پر پایا اور مسجد احمدیوں کو دلا دی۔

(سیرت طیبہ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب صفحہ ۱۲۵۔۱۲۶)

(خطبہ جمعہ 13/ جون 2003ء)

محبت الٰہی کی خاص تجلی

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

میرا ذاتی تجربہ ہے کہ آنحضرتؐ کی سچے دل سے پیروی کرنا اور آپؐ سے محبت رکھنا انجام کار انسان کو خدا کا پیارا بنا دیتا ہے۔اس طرح پر کہ خود اس کے دل میں محبت الٰہی کی ایک سوزش پیدا کر دیتا ہے۔تب ایسا شخص ہر ایک چیز سے دل برداشتہ ہو کر خدا کی طرف جھک جاتا ہے اور اس کا انس و شوق صرف خدا تعالیٰ سے باقی رہ جاتا ہے۔تب محبت الٰہی کی ایک خاص تجلی اس پر پڑتی ہے اور اس کو ایک پورا رنگ عشق اور محبت کا دے کر قوی جذبہ کے ساتھ اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔تب جذبات نفسانیہ پر وہ غالب آ جاتا ہے اور اس کی تائید و نصرت میں ہر ایک پہلو سے خدا تعالیٰ کے خارق عادت افعال نشانوں کے رنگ میں ظاہر ہوتے ہیں۔

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد 22 ص 67)

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

بقیہ: دربار خلافت...... از صفحہ 2

کہ حقائق کیا ہیں۔ باوجود یہ پتہ ہونے کے کہ مولوی جھوٹ بھی بولتا ہے اور جھوٹی گواہیاں بھی دلواتا ہے احمدی کے خلاف فیصلہ سنا دیتے ہیں۔ ابھی گزشتہ دنوں ہی ایک احمدی کو جنہوں نے چند سال ہوئے بیعت کی تھی، نوجوان آدمی تھا اس کے خلاف گاؤں کے ایک مولوی نے ایف آئی آر کٹوائی کہ یہ میرے پاس مسجد میں آیا تھا اور ایک دو سوالوں کے بعد کہا کہ تمہارا نبی جھوٹا ہے۔نعوذ باللہ۔ اور الفاظ بھی کیسے لکھتے ہیں ایف آئی آر اس وقت میرے پاس ہے ان کی حالت دیکھیں۔ کہ مَیں فلاں جگہ کا مولوی ہوں اور میرے پاس فلاں فلاں آدمی موجود تھے کہ اقبال ولد فقیر محمد قوم فلاں جو احمدی فرقہ سے تعلق رکھتا ہے اچانک میرے پاس آیا اور مجھے مخاطب ہو کر سوال کیا کہ آپ کا کیا مذہب ہے تو میں نے اسے جواب دیا کہ اللہ پاک کی وحدانیت اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے والے اور ان کے علاوہ پیروں فقیروں کو بھی ماننے والا ہوں۔ ان کو تو کم مانتے ہیں پیروں فقیروں کو زیادہ مانتے ہیں۔تو دوبارہ اس نے سوال کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بتلائیں۔ تو مَیں نے اسے کہا کہ تم کسی عالم دین کے پاس چلے جاؤ اگر آپ کو کوئی مسئلہ ہے وہ آپ کو مسئلہ حل کر دیں گے تو اقبال مذکور اس احمدی نے کہا کہ آپ کا نبی جھوٹا ہے اور یہ فلاں فلاں نے بات سنی اور وہ دوڑ گیا۔یعنی کوئی سر پیر نہیں ہوتا ان کی باتوں کا کہ خود جا کے کہا کہ مجھے مارو۔ اتنے بے وقوف نہیں ہیں احمدی۔ ایک تو محبت کا تقاضا ہے ایسی بات کہہ نہیں سکتے۔ اگر دنیاداری کی نظر سے دیکھا جائے تو کوئی پاگل ہی ہوگا جو ایسی بات کہے گا۔تو بہرحال جیسا کہ مَیں نے کہا ہے جج صاحب نے نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ اس بے چارے کو عمر قید کی سزا سنا دی اور دس ہزار روپے جرمانہ۔تو جیل میں ہے آج کل۔

ایسے لوگوں سے انصاف کی کیا توقع کی جا سکتی ہے۔ ہم نے تو اللہ تعالیٰ کے آگے جھکنا ہے اسی سے مانگنا ہے وہ انشاء اللہ تعالیٰ ضرور ہماری مدد کو آئے گا اور جو ہمارے اسیران ہیں ان کو خود احساس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کس طرح جیل میں مدد فرما رہا ہوتا ہے۔ باوجود تنگی کے کبھی احساس نہیں ہو رہا ہوتا ایسے ایسے فضل ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے تو مدد کو انشاء اللہ آنا ہے اور آئے گا۔

ججوں کو بھی جو فیصلے سنانے والے ہیں ان کو بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ان کے اوپر ایک احکم الحاکمین ہے جو بغیر کسی جنبہ داری کے انصاف کے تقاضے پورے کرتا ہے۔تم لوگ کسی مظلوم کو سزا تو دے سکتے ہو۔ لیکن ٹھیک ہے اس کے پاس اختیار نہیں ہے، کچھ نہیں کر سکتا، لیکن اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے بہرحال نہیں بچ سکتے۔ اب بعض مولوی بڑی فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بڑا حوصلہ دکھاتے ہوئے احمدیوں کو کہتے ہیں، بعض اخباروں میں بھی آ جاتا ہے، تقریریں بھی کرتے ہیں کہ اگر تم احمدیت سے منحرف ہو جاؤ، حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو چھوڑ دو تو ہم تمہیں سب سے بڑا عاشق رسول سمجھیں گے اور اپنے سینے سے لگائیں گے۔ ان عقل کے اندھوں سے کوئی پوچھے کہ تمہیں کیا پتہ کہ عشق رسول کیا ہوتا ہے۔جس شخص کو تم چھوڑنے کے لئے کہہ رہے ہو اسی سے تو ہم نے عشق رسول کے اسلوب سیکھے ہیں۔عشق رسول کی پہچان تو ہمیں آج حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وجہ سے ملی ہے۔ ان کو چھوڑ کر ہم تمہارے پاس آئیں جن کے پاس سوائے گالیوں کے اور غلیظ ذہنیتوں کے اور ہے ہی کچھ نہیں۔ جماعت احمدیہ کی تاریخ ان باتوں سے بھری پڑی ہے کہ جب بھی عشق رسول کے اظہار اور غیرت دکھانے کا معاملہ آیا احمدی ہمیشہ صف اول میں رہا، اور انشاء اللہ تعالیٰ ہمیشہ رہے گا۔ پرانے زمانے میں مذہبی اختلاف کے باوجود کچھ شرافت تھی، کچھ قدریں تھیں۔ جماعت احمدیہ کی طرف سے اگر اسلام کے دفاع کے لئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے غیرت دکھانے کے لئے کوئی کام ہوا تو غیروں نے بھی اس کا برملا اظہار کیا۔ جماعت کی خدمات کی توصیف و تعریف کی۔ آجکل کے اخباروں کی طرح، لوگوں کی طرح خوف زدہ ہو کر نہیں بیٹھ گئے کہ پتہ نہیں کیا مصیبت آ جائے گی ہم پہ اگر ہم نے کچھ کہہ دیا۔ یہ جرأت پاکستان میں تو نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے بنگلہ دیش میں ظاہر ہو رہی ہے۔ ان کے عوام نے بھی دکھائی ہے۔ ان کے سیاسی لیڈروں نے بھی دکھائی ہے ان کے اخباروں نے بھی دکھائی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزا دے جو اس جرأت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

(خطبہ جمعہ 10/ دسمبر 2004ء)

بقیہ: انڈونیشیا تاریخ کے آئینہ میں...... از صفحہ 5

اور روایتی اجتماع یا جلسہ کا منظر پیش کر رہا تھا۔ گاؤں کے ہر گھر میں مہمان ٹھہرے تھے اور تمام گلیوں میں بھی وہی سماں نظر آ رہا تھا۔ ایک تین منزلہ وسیع وعریض مکان میں خاکسار کے ساتھ وقف نو ٹیم اور دوسرے مربیان کرام کی رہائش کا انتظام کیا گیا تھا۔ یہ مکان ایک احمدی بزرگ خاتون کا تھا جن کے متعلق یہ بتایا گیا کہ خدا تعالیٰ نے ان کو مالی فراخی عطا کی ہوئی ہے۔ گاؤں کے باہر مین روڈ پر ان کا اپنا ایک ریسٹورنٹ ہے۔ وہ مالی قربانی میں بہت آگے بڑھی ہوئی ہیں۔ وہ مسجد بھی انہوں نے ہی بنوائی تھی۔ اب انہوں نے خدا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور امام حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ان غلاموں اور مہمانوں کے لئے اپنا سارا گھر پیش کر دیا تھا۔ تمام کمرے اسی طرح جماعت کے حوالہ کر کے خود نیچے اپنے بہو، بیٹوں اور ان کے بچوں کے ساتھ ڈائننگ ہال میں شفٹ ہو گئی تھیں۔ جب یہ سنا تو پشیمانی بھی ہوئی اور ان سے مل کر ان کا خصوصی شکریہ ادا کیا۔ دل سے ان کے لئے دعا نکلی کہ کس طرح اس زمانہ میں حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم نے گھر کیا ہوا ہے اور دور اول کے صحابہ کا نمونہ دکھانے والے ایسے لوگوں کے دلوں میں ایمان تازہ کیا ہوا ہے۔ ان کے اس خلوص اور قربانی کی جزا کسی انسان کے بس میں نہیں تھی۔ خدا تعالیٰ انہیں اس کی بہترین جزا دے اور دین و دنیا کی حسنات سے نوازے۔ آمین۔

5 جنوری 2020ء کو اس اجتماع کی اختتامی تقریب کے بعد واپسی ہوئی۔ رات کو دیر سے ہی جکارتہ پہنچ کر ائیر پورٹ پر ہی ہوٹل میں قیام کیا کیونکہ اگلے روز صبح سویرے ہی خاکسار کی فلائیٹ تھی۔

☆...☆...☆

25دسمبر 2020ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		05:34	17:46
مدینہ منورہ	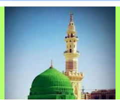	05:40	17:41
قادیان		05:59	17:31
ربوہ		05:39	17:11
اسلام آباد ٹلفورڈ		06:37	16:00